مشتاق سیّپاروی

غزل

ہے میرا ہر قدم منزل، تیری منزل کا کیا ہوگا
میں راہِ عشق کا بسمل، میرے قاتل کا کیا ہوگا

کبھی سوچا بھی ہے اے گرمیٔ گفتار کے شاکی
دبالیں آگ سینے میں تو اہلِ دل کا کیا ہوگا

گوارا اگر نہیں جنبش قلم کی سر قلم کر دو
مگر یہ سوچ لو پھر اس بھری محفل کا کیا ہوگا

ہیں لیلائے وطن کی رونقیں بھی دم سے مجنوں کے
اگر یہ اُٹھ گیا پردہ تو پھر محمل کا کیا ہوگا

ہو اس خوش فہمی میں تیر و کماں سے مار ڈالو گے
تو آؤ دیکھ لو اس خواہش باطل کا کیا ہوگا

میرے دل کا دھڑکنا بھی تمھیں مشکل گزرتا ہے
ابھی تو ابتدائے عشق کی مشکل کا کیا ہوگا

مجھے معلوم تھا مشتاق یاد آئے گا بالآخر
بھنور میں ڈال کے کہتے ہو اب ساحل کا کیا ہوگا